تاریخ اعثم کوفی
از
احمد بن ابو محمد بن علی اعثم کوفی

از

احمد بن ابو محمد بن علی اعثم کوفی

ناشر

علی پبلیکیشنز، جنازگاہ، مزنگ لاہور

خلیفہ ہم میں سے ہونا چاہئے۔ کہ خلقت کے کاموں کی اصلاح کرتا رہے۔ قریش کے قبیلے نے جواب دیا۔ اس بات کے تقرر کے لئے ہم تم سے افضل و برتر ہیں۔ کیونکہ ہم جناب رسول خدا کے قریبی رشتہ دار اور ولی و وارث ہیں مناسب ہے کہ تم اس معاملے میں دخل نہ دو۔ ہمارے حق کی خلافت میں مت جھگڑو مہاجرین انصار نے جواب دیا بے شک یہی بات ہے اس کے بعد قریش کی مخالفت نہ کی پھر قریش نے بھی دیدہ و دانستہ مخالفت اختیار کی اور طریقہ عدل و انصاف سے منحرف ہو کر ہم کو نظرانداز کر دیا۔ ہم نے اس خیال سے صبر اختیار کیا کہ مبادا جھگڑا اور مخالفت کرنے سے امور دین اسلام میں خلل آ جائے ناچار ہم نے ان کا ساتھ دیا اب تک تیرے سوا ہمیں دنیا میں اور کسی سے کچھ جھگڑا باقی نہ رہا۔ مجھے سخت تعجب ہے کہ باوجودیکہ نہ تو دین میں سبقت رکھتا ہے نہ اسلام میں کوئی نیک نشانی حاصل کی۔ پھر کیوں ہمارے حق کے خلاف ہم سے جھگڑتا ہے ہمارے اور تیرے درمیان حکم الٰہی کافی ہے۔ ہم نے جناب باری میں بہ عجز و الحاح دعا کی ہے کہ ہمیں دنیا کی ناچیز زر و دولت سے الگ رکھے تاکہ آخرت کی نعمتیں محو نہ ہو جائیں۔ چونکہ امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد عہدۂ خلافت کو میرے حوالہ کر دیا تھا اس لئے امامت و خلافت بہ لحاظ لیاقت و قابلیت اور نیز بہ خیال وراثت بھی میرا حق ہے۔ اس بات کو بھی خوب جانتا ہے اے معاویہ خدا سے ڈر اور ناجائز افعال سے باز آ۔ سید المرسلین کی امت کا خیال کر اور ایسا کام کر جس میں مسلمانوں کا خون نہ بہے بلکہ ان کے کام رونق پائیں اور اصلاح و سلامتی عاید حال ہو لاحول ولا قوۃ الا باللہ والسلام!

جب یہ خط لکھا جا چکا آپ نے دو صحابی حبیب بن عبداللہ اور حارث بن سوید تمیمی کو دے کر فرمایا کہ معاویہ کے پاس لے جاؤ اسے سمجھاؤ اور میری فرمانبرداری اور اطاعت کی رغبت دلاؤ۔ شاید فساد اور جھگڑے سے باز آ کر راہ راست پر آ جائے۔ انہوں نے کہا جیسا آپ فرماتے ہیں ویسا ہی ہم کریں گے۔

اس کے بعد ملک شام کی طرف روانہ ہوئے معاویہ کے پاس پہنچ کر سلام کیا وہ خط دیا۔ معاویہ نے مضمون سے واقف ہو کر جواب میں لکھا:

۶۱۰

جواب نامہ امام حسنؑ از معاویہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط پہنچا اس کا مضمون معلوم ہوا۔ جناب رسولؐ کے مدارج اور فضائل جس قدر بیان کئے اور آپ کے اصاف لکھے ہیں۔ ہاں وہ ایسے ہی ہیں بلکہ ان سے زیادہ تھے۔ تمام دنیا کے لوگ آپ کے جلال اور مرتبہ عالی شان کو مانتے ہوئے ہیں۔ آپ کی مدح اور توصیف میں اشعار تصنیف کئے ہیں۔ از روئے اخلاص یہ اشعار زبان زد خاص و عام ہیں۔

اے نام تو دستگیر آدم — وے خلق تو پائے مرد عالم
فراش درت کلیم عمران — چاوش رہت مسیح مریم
از نام محمدت مسمی — حلقہ شدہ ایں بلند طارم
تو در عدم و گرفتہ قدرت — اقطاع وجود زیر خاتم
در خدمت انبیاء مشرف — در حرمت اولیاء مکرم
نابودہ بوقت خلوت تو — نہ عرش نہ جبرئیل محرم

نایافتہ عز التفائی پیش تو زمین و آسماں ہم

آفتاب رسالت کے تمام اوصاف اور مدائح احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ اور شرح کے محتاج نہیں۔ امت اور خلافت کے جھگڑوں کے متعلق جو کچھ آپ کا ارشادہ ہے اور کنایتہ" اراکین قریش کی شکایت کی گئی ہے گو بہ ظاہر وہ شکایت زبان قلم سے ادا نہیں کی گئی اور کسی خاص شخص کی جانب شکوہ نہیں پایا جاتا مگر طرز بیان سے ظاہر ہے کہ بڑے بڑے رکن رکین صحابہ' صدیق' فارق' ابو عبیدہ' طلحہ' زبیر اور دیگر نیک لوگوں اور مہاجروں پر جنہوں نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کی وفات کے بعد خلافت تیرے باپ علی مرتضیٰ کو دلائی' تہمت لگائی ہے اور اے ابو محمد مجھے اس بات پر تیری طرف سے بڑا تعجب آتا ہے کیونکہ تجھے خوب معلوم ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی وفات کے بعد امت میں سے قریش کا قبیلہ امر خلافت کے لئے اوروں سے افضل و برتر تھا کیونکہ آنحضرتؐ بھی قریش تھے۔ غرض انصار اور جملہ علماء و فضلاء اور مشہور و معروف اشخاص نے یہی مصلحت دیکھی کہ خلافت کسی ایسے شخص کو دی جائے جو زیادہ عالم' زیادہ خدا ترس اور اسلام لانے میں سب سے مقدم ہو۔ لوگوں نے ابوبکر کو جس میں یہ اوصاف موجود تھے خلیفہ بنا لیا اور خلافت اس کے حوالے کر دی۔ اگر ابوبکر سے زیادہ عالم فاضل اور اسلام کی حرمت کو محفوظ رکھنے والا کوئی اور شخص نظر آتا تو خلافت اس کے حوالے کر دی جاتی۔ آج یہی صورت میرے اور تمہارے درمیان واقع ہوئی ہے۔ اگر میں یہ جانتا کہ اس کام کے لئے تو مجھ سے زیادہ لائق ہے اور اسے اچھی طرح انجام دے سکے گا تو میں ہرگز انکار نہ کرتا۔ اور خلافت تیرے حوالہ کر دیتا۔ لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ یہ کام تجھ سے انجام نہ پائے گا۔ ان دشمنوں کو جو ادھر ادھر تاک میں لگے اور خلافت کے آرزومند ہیں۔ جس طرح میں تدارک کر سکتا ہوں اس طرح تو انہیں منتشر نہ کر سکے گا۔ اگر میں اس خدمت کو تیرے حوالہ کر دوں تو مسلمانوں کے فیصلے غیر فیصل اور معطل پڑے رہیں گے۔ طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔ آج تیرا یہ دعویٰ کرنا کہ خلافت میرا حق ہے ظاہر ہے کہ تو نے ورثہ کے لحاظ سے یہ بات کی ہے اور اپنا حق طلب کیا ہے۔ لیکن تو خوب جانتا ہے کہ تیرے باپ نے بہت سی معرکہ آرائیوں اور لڑائیوں کے بعد جو مقام صفین میں مجھ میں اور اس میں ہوتی رہیں یہ امر قرار دیا تھا کہ میری اور اس کی طرف سے دو ثالث قرار دیئے جائیں اور جو کچھ وہ فیصلہ کر دیں طرفین سے اسے مان لیں۔ ثالثوں نے بہت کچھ غور و فکر کے بعد علیؑ کو خلافت سے علیحدہ کر دیا تھا۔ پھر جبکہ علیؑ ہی کا کوئی حق خلافت نہ رہا تھا تو وہ کس طرح تجھے حق خلافت دے سکتا تھا پس تو آج اس کی طرف سے اپنا حق کیونکر طلب کرتا ہے۔ اس امر میں جو کچھ تو کہتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے وہ ناحق ہے۔ کوئی بہتر بات سوچ کیونکہ یہ خدمت اگر تجھے مل گئی تو اسے انجام نہ دے سکے گا اس لئے بہتر یہی ہے کہ اس دعوے سے ہاتھ اٹھا۔ والسلام

پھر یہ خط امیر المومنین حسنؑ کے قاصدوں کو دے کر انہیں رخصت کر دیا۔ اس کے بعد ضحاک بن قیس فہری کو طلب کر کے اپنا نائب قرار دے کر شام میں چھوڑا اور خود ساٹھ ہزار کی جمعیت لے کر جانب عراق روانہ ہوا۔ امیر المومنین حسنؑ نے اس حال سے مطلع ہو کر اپنے عاملوں' نائبوں' اور جملہ اطراف و جوانب کے حاکموں کے نام فرمان جاری کئے اور معاویہ کی فوج کشی سے خبردار کر کے حکم دیا کہ مقابلہ کی تیاریاں کر لیں ہم شام کے گمراہ لوگوں سے جنگ کرنے روانہ ہوں گے جب فوجیں جمع ہو گئیں اور جائزہ لیا گیا تو چالیس ہزار سوار و پیدل شمار میں آئے۔

مغیرہ بن نوفل بن حارث کو کوفہ میں اپنا نائب مقرر کر کے کوفہ سے نکلے اور شام کی طرف چلے اور عبدالرحمٰن کے دیر کے قریب پہنچ کر قیام کیا۔ جب فوجوں نے ایک دن آرام پا لیا تو قیس بن سعید بن عبادہ کو طلب کر کے اور دو ہزار سوار دے کر حکم دیا کہ بہ طور ہراول آگے بڑھ کر معاویہ کو روکو۔ قیس نے کہا میں فرمانبردار ہوں۔ پھر وہ دریائے فرات کے کنارے سے

ملک شام کی طرف بڑھا اور امیر المومنین حسن علیہ السلام اس جگہ سے کوچ کر کے مدائن کے مورچوں پر آ پڑے۔ یہاں پر کئی دن ٹھہرے کہ لشکر سفر کے تکان کو دور کر کے آرام پا لے۔ جب یہاں سے آگے جانے کا قصد کیا تو فوج کے سرداروں اور امیروں کو بلایا۔ ان کے حاضر ہونے کے بعد اٹھ کر خطبہ پڑھا حمد الٰہی اور حضرت محمد مصطفیٰؐ پر درود بھیج کر فرمایا اے لوگو تم نے مجھ سے اس شرط پر بیعت کی ہے کہ جس شخص سے میں صلح کروں گا تم بھی اس سے صلح رکھو گے۔ اور جس سے لڑوں گا تم بھی اس کے ساتھ جنگ کرو گے۔ خدائے قادر مطلق کی قسم میں کسی شخص سے کینہ اور عداوت نہیں رکھتا اور مشرق سے لے کر مغرب تک بھی کسی سے ذرا نفرت نہیں کرتا۔ میں سب سے شفق اور محبت سے رہنے کو اور امن و سلامتی اور باہمی اصلاح کو بہت اچھا جانتا ہوں اور پریشانی عداوت اور تفرقہ اور دشمنی کو برا سمجھتا ہوں۔ والسلام!

لوگوں نے امیر المومنین حسن علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ باتیں سن کر خیال کیا کہ وہ خلافت ترک کر کے معاویہ سے صلح کریں گے۔ اس لئے بہت ہی برہم اور غضب آلود ہو کر آپ پر جھپٹے اور لباس مبارک نوچ ڈالا اور نیچے سے مصلیٰ کھینچ لیا۔ آپ کا تمام سامان اور اسباب بھی لوٹ لیا اور تمام لشکر والوں نے اپنی اپنی راہ اختیار کی۔ امیر المومنین حسن علیہ السلام نے یہ حال معائنہ فرما کر لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم فرمایا اور نہایت رنج و ملال خاطر گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔

بنی اسد کا ایک شخص سنان بن جراح نام پہلے سے جا کر مداین کے مورچوں میں ایک تاریک جگہ پر چھپ کر بیٹھ گیا۔ جس وقت آپ وہاں سے گزرے وہ اس جگہ سے نکل کر بھاگا۔ اور جو ہتھیار ہاتھ میں لئے ہوئے تھا اس سے ران مبارک کو زخمی کر دیا۔ آپ بے ہوش ہو کر زمین پر آ پڑے۔ جب ہوش آیا تو خون بہت نکل چکا تھا اور نہایت کمزور ہو گئے تھے۔ لوگوں نے آپ کے زخموں کو باندھا اور مدائن میں لے کر آئے۔

اس وقت وہاں کا حاکم مختار بن ابو عبیدہ کا چچا سعد بن مسعود ثقفی تھا۔ جناب امیر المومنین کو اس نے سفید محل میں ٹھہرایا اور حاضر خدمت رہ کر طبیبوں کو علاج کے لئے بلایا۔ انہوں نے زخم دیکھ کر کہا کہ علاج پذیر ہے اور جلد ہی اچھا ہو جائے گا۔ امیر المومنینؑ کو مطمئن رہنا چاہئے کوئی خوف کا مقام نہیں۔ ابھی طبیب معالجہ میں مصروف تھے کہ معاویہ منج کے پل سے دریائے فرات پار کر کے قیس بن سعد بن عبادہ کے مقابلے پر آیا۔ دونوں میں خوب جنگ ہوئی قیس نے بڑے جوہر دکھائے اس روز کی سخت لڑائی میں دونوں طرف سے بہت سے آدمی قتل اور زخمی ہوئے۔ قیس کو امیر المومنین حسنؑ کے تشریف لانے کا انتظار تھا۔ وہ اس حادثہ اور لشکر کی ابتری سے بے خبر تھا۔ مگر اسی دن دونوں لشکروں میں یہ خبر منتشر ہو گئی کہ امام حسنؑ کے لشکر نے باغی ہو کر آپ کا تمام سامان لوٹ لیا۔ اور ایک سخت زخم پہنچایا جس کے سبب آپ بہت تکلیف میں ہیں۔ قیس اس خبر کو سن کر نہایت ہی مغموم اور رنجیدہ ہوا۔ مگر پھر بھی اس امر کا کچھ خیال نہ کر کے اور لشکر کو ترتیب دے کر جنگ کے لئے مستعد ہو گیا۔ آج کی لڑائی میں معاویہ اور قیس کے بہت سے نامور سردار مارے گئے۔ اور بہت سے زخمی ہوئے۔ معاویہ نے قیس کے پاس قاصد بھیج کر پیغام دیا کہ تو کس شخص کے لئے جنگ کر رہا ہے اور کیوں بے فائدہ اپنے اور میرے دوستوں کو ہلاک کر رہا ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ حسنؑ کے لشکر نے برگشتہ ہو کر ساتھ چھوڑ دیا اور ان کو ایک بڑا زخم پہنچایا ہے۔ جس سے وہ خطرہ میں ہیں اب تیرا لڑنا بے فائدہ ہے بلکہ یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لڑنا موقوف کر کے کسی کو اس طرف روانہ کریں جو ٹھیک ٹھیک خبر لائے۔

قیس کو یہ خبر پہلے ہی معلوم ہو چکی تھی۔ کہا ایسا ہی کرنا چاہئے۔ اس کے بعد اس نے خدمت امام حسنؑ میں خط لکھا اور جملہ حالات سے مطلع کیا۔ امیر المومنینؑ نے مضمون خط پڑھ کر اپنے لشکر کے سرداروں اور معروف اشخاص کو طلب کیا اور

ان سے فرمایا اب میں تم سے کیا کہوں اور کیا کام کروں آیا تمہارے مکرو فریب اور جہالت اور گناہوں کا ذکر کروں یا تمہاری کمینہ خصلتوں اور نالائق افعال کا بیان کروں جو میں نے اس وقت سے بھی زیادہ ملاحظہ کئے ہیں جبکہ تم میرے باپ سے مخالفت اختیار کرکے گروہ در گروہ علیحدہ ہو کر معاویہ سے جا ملے تھے اور ان کے کاموں کو خراب کر دیا تھا۔ اگرچہ تمہاری ذات سے یہ باتیں کچھ بعید نہیں ہیں۔ کیونکہ تم وہی ہو جنہوں نے میرے باپ کو ثالث مقرر کرنے پر مجبور کیا اور جس وقت آپ نے اجازت دے کر فرمایا تھا کہ تمہارے مجبور کرنے پر میں نے بد دلی سے سر پنچوں کا تقرر منظور کرلیا ہے مگر میری طرف سے عبداللہ ابن عباس کو سرپنچ قرار دو تم نے اس بات کو بھی نہ مانا اور کہا تھا کہ ہم ابو موسیٰ اشعری کے سوا کسی دوسرے کا تقرر منظور نہیں کرتے۔ حالانکہ تم بخوبی واقف تھے کہ ابو موسیٰ میرے باپ کا دشمن ہے۔ جب اس امر کو بھی منظور کرلیا اور اجازت دے دی تو اس نے جو کیا سو کیا مگر میرے باپ نے اس فیصلے کو قبول نہ کرکے تم سے معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے کہا تو تم جی چرا گئے۔ اور بزدلی اور کم ہمتی کے آثار ظاہر کرکے ان کا ساتھ نہ دیا۔ اسی اثناء میں ان کی اجل آگئی اور وہ رحمت الہی کے شامل حال ہو گئے۔

اس کے بعد تم نے کسی مجبوری اور دباؤ کے بغیر محض اپنی دلی خوشی اور مرضی سے مجھے خلیفہ بنا کر بیعت کی میں نے بھی تمہاری بات مان لی اور تمہارے مکرو فریب اور دغا بازی کا کچھ خیال نہ کیا پھر تمہاری پشتی اور امداد کے بھروسہ پر اپنے گھر سے نکلا۔ اللہ تعالیٰ خوب آگاہ اور عالم و دانا ہے کہ اس امر میں میری نیت بالکل صاف تھی۔ میرا ارادہ بے لوث تھا۔ میری خاص غرض اور منشا یہی تھا کہ مسلمانوں کو راحت میسر ہو' ان کا معاملہ تفرقہ اور پریشانی کے بعد رونق پائے۔

الغرض میرے ساتھ بھی تم نے جو کیا سو کیا اب میں اپنے آپ کو تم سے علیحدہ اور معاویہ سے صلح کروں گا تاکہ تمہیں پھر رنج و غصہ لاحق نہ ہو اور پھر مجھے تمہاری شکلیں نہ دیکھنی پڑیں۔ حضرت حسینؑ نے کہا اے بھائی ایسی بات نہ کہ اور ایسا کام نہ کرنا کہ ہمیں دشمن کی مراد بنا دو۔ امیر المومنین حسنؑ نے جواب دیا اے میرے آنکھوں کی روشنی کی جو کچھ تو کہتا ہے بالکل درست ہے مگر کونسے مددگاروں اور وفا داروں کے بھروسہ پر دشمنوں سے جنگ کر سکتا ہوں اور کس یار و غمخوار کی امداد سے اپنا حق طلب کروں تو دیکھتا ہے کہ اس گروہ نے میرے باپ کے ساتھ کیا سلوک کیا اور آج میرے ساتھ کس طرح پیش آئے ہیں۔ اس گروہ کا کیا اعتبار اور ان سے کس امر کی امید ہو سکتی ہے۔

امام حسین علیہ السلام اپنے بڑے بھائی کی باتیں سن کر خاموش ہو گئے۔

معاویہ سے حضرت امام حسنؑ کی صلح

جناب امیر المومنین حسن علیہ السلام نے عبداللہ بن حارث بن نوفل بن عبدالمطلب کو جو معاویہ کا بھانجا تھا بلا کر کہا کہ تو معاویہ کے پاس جا اور اس سے کہہ دے کہ میں نے یہ امر تجویز کیا ہے کہ اگر تو اللہ کے بندوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرے اور ان کی جان مال اور اولاد کی حفاظت رکھے۔ خدا کے حکموں اور ممانعتوں اور جناب رسول خدا کی سنت پر کاربند رہے تو میں خلافت تجھے سونپ کر تیرے ساتھ صلح کروں گا۔ اگر تو اپنی آرزوؤں کے مطابق چلے گا اور خلق خدا پر بادشاہی کرنا چاہے گا اور اس نخوت و غرور کو ترک نہ کرے گا بلکہ اپنی طبیعت کے مذاق پر رہے گا۔ شریعت کے مطابق عمل نہ کرے گا تو میں جہاں تک ممکن ہو گا تیری مخالفت میں کوشش کروں گا۔ جس قدر ہو سکے گا تیرے دفعیہ کے لئے لڑوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ دونوں میں فیصلہ فرمائے گا اور وہی سب سے اچھا حاکم ہے۔

معاویہ نے بر سر منبر بیان کیا کہ میں نے جو وعدے کئے ہیں ان کا مجھے اختیار ہے کہ انہیں پورا کروں۔ یا نہ کروں اور یہ باتیں اس نے آپ کے سامنے کہی ہیں۔ خدا کی قسم اس نے محض آپ ہی کے سنانے کے لئے ایسا کہا ہے۔ آپ سے بڑی چوک ہو گئی دیکھئے اس کا کیا انجام ہو۔

امام حسنؑ نے فرمایا اے مسیب تو سچ کہتا ہے مگر اب اس کا کیا علاج ہے۔ مسیب نے کہا اس کی یہ تدبیر ہے کہ اس بیعت اور صلح سے آپ انکار کریں اور اپنا کام سنبھال کر اسے سنا دیں کہ تو نے عہد توڑ دیا اور میرے سامنے یہ کہا ہے کہ مجھے اپنے اقراروں کا پورا اختیار ہے کہ پورے کروں یا نہ کروں۔ آپ نے مسیب کو جواب دیا میں نے اس امر کو خیال چھوڑ دیا ہے۔ اور مجھے اپنے قول سے پھرنا زیبا نہیں۔ اگر مجھے عزت و مرتبہ کی خواہش ہوتی تو معاویہ کو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا کہ میرے برابر کھڑا ہو سکتا۔ کیونکہ میں ہر ایک موقع و محل اور کام میں زیادہ ثابت قدم اور بہت ہی صابر ہوں۔ کہ پھر معرکہ آرائی کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے اس صلح میں صرف مسلمانوں کا مفاد مدنظر رکھا ہے۔ تم بھی اللہ کی مرضی پر راضی رہو اور یہ سب کچھ اس پر چھوڑ دو۔ لڑائی اور جھگڑا اختیار نہ کرو تاکہ نیک اور اصلاح کرنے والے آدمی راحت پائیں۔ اور مفسدوں کے ہاتھوں سے بچے رہیں۔ ابھی جناب امیر المومنین حسنؑ مسیب سے یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ بصرہ کا ایک شخص عمر بن کندی نام آیا اس کے چہرے پر ایک کاری زخم تھا۔ آپ نے پوچھا یہ زخم کیسا ہے؟ اس نے کہا قیس بن سعد کے ساتھ معاویہ سے جو جنگ کی تھی یہ زخم جب کا ہے۔

حجر بن عدی کندی نے کہا کاش تو اس زخم سے اسی دن مرجاتا اور ہم سب بھی ہلاک ہو جاتے کہ یہ دن نہ دیکھتے۔ آج دشمن کی تمام مرادیں بر آئی ہیں اور ہم سخت ملول خاطر ہیں۔ ایسی زندگی سے مرنا ہی بہتر تھا۔

اس کی باتوں سے آپ ناراض ہوئے اور افسردہ خاطر ہو کر اپنے مکان کو تشریف لے آئے۔ پھر آدمی بھیج کر حجر بن عدی کو طلب کیا اور بہت کچھ مہربانی او شفقت فرما کر کہا میں تیری محبت اور اعتقاد سے خوب واقف ہوں۔ تو نے جو باتیں معاویہ کے دربار میں کہیں بے موقع تھیں۔ میں اسی جگہ تیری دلداری اور تسلی کی کوشش کرتا مگر غیر لوگ موجود تھے۔ تو رنجیدہ نہ ہو اور دل خوش رکھ میں نے تمہاری ہی راحت کے لئے یہ کام کیا ہے اور چاہا ہے کہ مسلمان قتل سے بچے رہیں۔ مجھے اس بے وفا دنیا کی عزت و مرتبہ اور دولت کثیر کی تمنا نہیں ہے ان وجوہات سے خلافت کے اہم عہدے کو اپنی گردن سے اتار کر اس کے سر پر رکھ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہو گیا ہوں۔ تم کو بھی میری خوشی میں خوش رہنا چاہئے۔ آئندہ ایسی بات نہ کہنا۔

آپ ابھی حجر بن عدی کو سمجھا ہی رہے تھے کہ سفیان بن لیل تمیمی نے داخل ہو کر کہا السلام علیک اے مومنوں کے ذلیل کرنے والے تم نے یہ کیا کیا کہ ہمارے دل توڑ دیئے اور مسلمانوں کو ذلت و خواری میں مبتلا کر دیا تم کو لڑنا لازم تھا کہ ہم تم سب مر رہتے اور یہ ذلت نہ اٹھاتے۔

جناب امیر المومنین حسنؑ نے فرمایا اے خواجہ میری بات سن بنی امیہ کی ملک رانی کا حال جناب رسول خداؐ پر سفر آخرت سے پہلے واضح ہو گیا تھا اور آپ دیکھتے تھے کہ وہ آپؐ کے منبر پر چڑھتے اور گفتگو کرتے تھے۔ یہ امر آپ کو سخت ناگوار گزرا بہت ملول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی تسلی اور تشفی کی خاطر کے واسطے یہ آیت نازل فرمائی:

انا انزلنہ فی لیلتہ القدر و ما ادراک ما لیلتہ القدر لیلتہ القدر خیر من الف شھر○ مدعا یہ ہے کہ بنی امیہ کی بادشاہت کے کئی ہزار مہینوں سے ایک شب قدر بہتر ہے۔

پھر آپ نے یہ فرما کر صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ صبر کرو اور راہ رضا پر چلو۔ مسیب بن نجبہ نے کہا ہمارا معاملہ بہت آسان

ہے۔ معاویہ کو ہماری ضرورت ہے وہ اس ضرورت کے سبب ہماری خاطرداری کرے گا ہمیں آپ کی نسبت اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو۔ معایہ عہد شکنی کرے اور آپ کا خیال چھوڑ دے۔ اس فقرے پر یہ گفتگو ختم ہو گئی اور ہر شخص اپنے گھر چلا گیا۔ اب معاویہ بھی اپنے لشکر سمیت شام واپس ہو گیا اور امیر المومنین حسنؑ بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مدینہ چلے آئے۔

اہل بصرہ کا معاویہ سے برافروختہ ہونا

جس وقت اہل بصرہ کو معلوم ہو گیا کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کرکے عہدۂ خلافت اسے سونپ دیا ہے سخت غمگین ہوئے اور ناراض ہوئے اور کہا ہم معاویہ کی خلافت منظور نہیں کرتے۔ حمران بن آبان جو بصرہ کا مشہور رکن تھا لوگوں کو دلاسا دیا اور شہر کو مضبوط کرکے امیر المومنین حسنؑ کی بیعت کے لئے لوگوں کو طلب کیا۔ کچھ لوگوں نے آنحضرتؑ کی ہوا خواہی اور فرمانبرداری کا دم بھرا۔ معاویہ نے یہ خبر سن کر عمر بن ارطاۃ کو طلب کیا اور لشکر کثیر دے کر حکم دیا کہ بصرہ میں داخل ہو کر وہاں کا فساد رفع کرے۔ عمر کے آتے ہی حمران بن آبان کی جماعت منتشر ہو گئی۔ عمر نے قصر لامارۃ میں قیام کیا اس دن تو کچھ نہ بولا دوسرے دن مسجد میں آکر منبر پر گیا اور جناب امیر المومنین علیؑ آپ کے فرزندوںؑ اور اہل بیتؑ کو سخت سست کہا۔ اور برے الفاظ سے یاد کیا۔ پھر کہا اے بصرہ والو میں تمہیں قسم دلاتا ہوں کہ اگر تم یہ جانتے ہو کہ میں سچ کہتا ہوں تو میرے کلام کی تصدیق کرو۔ اور اگر یہ جانو کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں تو صاف کہہ دو کہ تو جھوٹا ہے۔ حاضرین میں سے ایک شخص بول اٹھا کہ اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے علی اور رسول کی اہل بیتؑ تجھ سے بہتر ہیں۔ اور اس شخص پر جس نے تجھے بھیجا ہے کہ مسلمانوں کے منبر پر بیٹھ کر خاندان نبوت کو برا کہے خدا کی لعنت ہے۔ عمر کے غلاموں نے حکم دیا کہ اسے پکڑ لو عمر کے ملازموں اور مددگاروں نے اس کی گرفتاری کا ارادہ کیا مگر بنی جنبہ کا ایک آدمی بیچ میں آپڑا اور اسے عمر کے آدمیوں کے ہاتھ نہ آنے دیا۔

عمر چھ ماہ تک بصرہ میں حاکم رہا۔ پھر معاویہ نے اسے موقوف کرکے عبداللہ بن عمر کریز کو جو عثمان کے خالو کا بیٹا تھا مقرر کیا اور ایک ہی ماہ بعد اسے بھی علیحدہ کرکے زیاد بن ابیہ کو مقرر کیا۔ اس کا حال یہ ہے کہ معاویہ اسے اپنا بھائی کہتا تھا اور وہ شروع زمانہ میں جناب امیر المومنینؑ علی کی خدمت میں رہتا تھا۔ آنحضرتؑ نے اسے فارس کی حکومت عطا کی تھی۔ اور اس نے تمام فارس کو اپنے قبضے میں لاکر گرد و نواح پر بھی تسلط کر لیا تھا۔ معاویہ نے اس کے استقلال اور انتظام کا حال سنا تو سخت ناگوار گزرا اور چاہا کہ کسی مکر و حیلہ سے اسے حضرت علی کی نظروں سے گرا دے۔ اور اپنی طرف رجوع کرا لے۔ اس لئے اسے اس مضمون کا خط لکھا۔

اے شخص مجھ کو تیری بیوقوفی پر تعجب آتا ہے کہ تو فارس کے قلعوں پر قابض ہو کر اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا ہے اور دور کھچتا ہے۔ اور پرندوں کی طرح جو اپنے گھونسلوں میں پناہ گزین ہوتے ہیں تو ان قلعوں سے اپنی حفاظت سمجھتا ہے۔ تو میرے ہاتھ سے کب بچ سکتا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ خیال جو مجھے تیری نسبت ہے مانع نہ ہوتا تو سلیمان پیغمبر کا حال ہوتا جس نے بلقیس کے نام پیغام بھیجا تھا۔ **ارجع الیهم فلنا تینهم بجنود لا قبل لهم بها و لنخرجوا منها اولته و هم صاغرون** پھر خط کے آخر میں یہ اشعار لکھے:

لله دور ما و الیما رحیل　　　لو کان یعلم ما یاتی و ما بنر